پاکستان میں اردو قرآنی معاجم: تجزیاتی مطالعہ

ابوبکر*

قرآن کریم رشد وہدایت اور دعوت وارشاد کا ابدی وسرمدی سرچشمہ اور عالمِ انسانیت کے لیے آخری پیغامِ خداوندی ہے جس کا اسلوبِ بیاں آسان مگر معجزانہ ہے۔قرآن کریم خود کہتا ہے: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾(۱)

قرآن کریم عربی میں مروجہ الفاظ وتعبیرات اور تشبیہات وتلمیحات کے عین مطابق نازل شدہ آخری صحیفۂ آسمانی ہے، جس نے قرنِ اول کے جاہلی شعراء وادباء اور ماہرین لسانیات کو قرآنی معیار فصاحت وبلاغت کے مطابق چند آیات بلکہ ایک آیت یا مثلِ آیت، لانے کے لیے کہا تھا۔

قرآن کریم نے عربوں کے طبعی ذوق اور انسانی فطری رجحانات کو سامنے رکھتے ہوئے سادہ اور عام فہم اسلوبِ تعبیر کو اختیار کیا ہے، اس کے باوجود قرآن کریم میں بعض مشکل وادق کلمات وتراکیب بھی نظر آتی ہیں جنہیں مفسرین ولغویین کی اصطلاح میں غرائب القرآن کہا جاتا ہے۔قرآن مجید کے بعض کلمات وتراکیب کے سمجھنے میں عہدِ نبوی میں بعض صحابہ کو دشواری ہوئی جیسا کہ بعد میں عہدِ صحابہ اور عہدِ تابعین وتبع تابعین میں بھی بعض قرآنی الفاظ ومحاورات اور تعبیرات کے معانی ومطالب کی تعیین کے سلسلہ میں استفسارات وسوالات منقول ہیں۔سیوطی (ت ۹۱۱ھ) نے لکھا ہے کہ ﴿أَنَّ السَّمٰوٰتِ والارضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُما﴾(۲) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو 'رتق' اور ''فتق'' کے معنی معلوم نہیں تھے، ایک دفعہ کسی بستی سے گزر رہے تھے، ایک کنویں کے گرد چند عرب لڑکیاں پانی لینے کے لئے موجود تھیں، جو آپس میں بات چیت کر رہی تھیں کہ پہلے یہ کنواں رتق (منہ بند) تھا، پھر ہمارے بزرگوں نے اس کنویں کو فتق (کھولا) کیا، تب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما کے ذہن میں مذکورہ بالا آیت کی تفسیر آئی۔(۳) اور ﴿وفاكهة وأبا﴾(۴) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منبر پر (أبا) کا معنی پوچھنا بھی مروی ہے۔(۵) جب خیر القرون میں قرآنی الفاظ ومحاورات کے معانی ومفاہیم کے تعیّن میں اشکالات رونما ہوئے، تو صحابہ کرامؓ نے عربوں کے اشعار، خطبات، قصص، محاورات اور قبائلی بولیوں ہی سے شواہد ودلائل پیش کرنے کے مطالبات کئے اور ان ہی اسناد ونظائر پر فیصلے کئے گئے، اور قرآنی معانی ومفاہیم متعین کئے گئے اس کی متعدد مثالیں دورِ صحابہ میں ملتی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ منبر پر تھے، دورانِ خطبہ انہوں نے باری تعالیٰ کے قول: ﴿أو يأخُذهم عَلى تَخَوُّفٍ﴾ میں لفظ تخوف کے معنی حاضرین سے دریافت کئے، قبیلہ ہذیل کے ایک بزرگ نے کھڑے ہو کر کہا اس لغت کا تعلق

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

ہماری زبان سے ہے، اوراس کے معنی ''تنقص'' کے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شعری استشہاد کے مطالبہ پر زہیر بن ابی سلمی کا شعر پیش کیا:

تَخَوَّفَ الرجل منها تامكا قردًا

كما تخوف عود النبعة السُّفَنُ (٦)

قرآنی استعارات ومحاورات کے ترجیحی معانی ومفاہیم کو طے کرنے کے لئے قرآنی معاجم نویسی کا آغاز ہوا۔قرآنی معجم نویسی کا جائزہ لینے سے قبل لفظ معجم کی لغوی واصطلاحی توضیح ضروری ہے۔

معجم: مادہ (ع ج م) سے مصدر میمی یا باب افعال سے اعجام: یعنی کتاب یا حرف پر نقطے لگانا یا حروف کے باہمی التباس کو دور کرنا، پس معجم کے معنی یا تو حروف منقوطہ کے ہوں گے یا وہ حروف جن کا باہمی التباس دور کر دیا گیا ہو۔ بعدازاں عربی زبان کے حروف تہجی کو حروف المعجم کہا جانے لگا جو کل ۲۸ ہیں (۷)۔

ابتدائی دور میں معجم کا اطلاق ایسی کتب پر ہوتا تھا جن کی اندرونی ترتیب عربی کے حروف تہجی کی ترتیب پر رکھی جاتی تھی چنانچہ سب سے پہلے اس مفہوم میں اس اصطلاح کا استعمال محدثین کے ہاں کتب اسماء الرجال میں ملتا ہے جہاں ہزاروں ناموں کو ایسی ترتیب سے مرتب کیا گیا کہ قاری جلد از جلد اپنی مطلوبہ معلومات حاصل کر سکے۔امام بخاریؒ (ت ۲۵۶ھ) کی التاریخ الکبیر والتاریخ الصغیر جو راویان حدیث کا تذکرہ ہے اس طرز پر مرتب کی گئیں۔ بعدازاں ابویعلی احمد بن علی بن ہلال التمیمی الموصلی (ت ۲۱۰ھ) نے معجم کے نام سے باقاعدہ پہلی کتاب معجم الصحابہ لکھی۔ چوتھی صدی ہجری تک یہ اصطلاح اس قدر عام ہو چکی تھی کہ ہر موضوع کی کتب بآسانی اس عنوان اور اس داخلی ترتیب سے لکھی جانے لگیں۔ جیسے علم الرجال میں ابن ہلال الھمذانی (ت ۳۹۸ھ) کی ''معجم الصحابۃ'' اور ابن عساکر کی ''معجم ابن عساکر''۔اسی طرح علمِ حدیث میں المعجم الکبیر، المعجم الاوسط اور المعجم الصغیر کے نام سے کتبِ احادیث لکھی گئیں (۸)۔

سوانح وتذکرہ میں بھی اس عنوان اور اسی ترتیب سے بہت سی کتب لکھی گئیں، جن میں سے تذکرہ شیوخ: عبدالباقی بن قانع بن مرزوق البغدادی (ت ۳۵۱ھ)، معجم الصحابہ: ابن شاہین عمر بن عثمان البغدادی (ت ۳۸۵ھ) اور معجم الشیوخ: ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی ہیں (۹)۔

اسی طرح تذکرہ شعراء وادباء میں ابن موسیٰ المرزبانی الکاتب (ت ۳۸۴ھ) کی معجم الشعراء اور یاقوت بن عبداللہ الحموی (م ۶۲۶ھ) کی معجم الشعراء معروف ترین ہیں۔(۱۰)

لغوی معاجم:

معجم کا کامل اشتقاق علم لغت میں نمایاں ہوتا ہے جہاں معجم کا اطلاق کتابِ لغت (Dictionary) پر کیا جاتا

ہے۔المعجم الکامل سے ایسی کتاب مراد ہوتی ہے جس میں کسی زبان کے ہر ہر لفظ کی شرح وتفصیل مع مواقع استعمال وأمثلہ کے مذکور ہو۔کتاب لغت کو اس بنا پر المعجم کہا جانے لگا کہ اس کے طفیل اس زبان کے تمام الفاظ وحروف کا التباس دور ہو کر زبان کی چھپی ہوئی حقیقت نمایاں ہو جاتی ہے۔

عربی لغت نگاری کا آغاز نزول قرآن کریم سے ہی ہو گیا تھا۔اس کتاب مبین کو سمجھنے کے لیے مختلف الفاظ وحروف کی حقیقت کی چھان بین ضروری تھی جس کی طرف صحابہ کرامؓ نے سب سے پہلے توجہ دی۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ (ت ۶۸ ھ) کا نام اس میں معروف ہے تاہم عربی معجم نگاری کا باقاعدہ آغاز الخلیل بن احمد الفراہیدی (م ۱۷۵ھ) کی کتاب العین سے ہوا۔ بعدازاں ایک کوفی عالم لغت ابوعمرو الشیبانی (ت ۱۹۴ھ) نے کتاب الجیم ،ابوعبید القاسم بن سلام (ت ۱۵۷ھ) نے غریب المصنف ،ابن درید الازدی البصری (ت ۲۲۳ھ) نے کتاب الجمهرة فی اللغة ، ابوابراہیم اسحٰق بن ابراہیم الفارابی نے دیوان الادب ،ابومنصور محمد الہروی اللغوی (ت ۲۸۲ھ) نے تهذیب اللغة ،ابن فارس الرازی (ت ۳۹۰ھ) نے مقاییس اللغة اور المجمل ،ابوعلی القالی البغدادی (ت ۲۸۸ھ) نے البارع مرتب کیں۔

معجم نگاری کا کامل ارتقا الجوہری کی کتاب تاج اللغة وصحاح العربية المعروف الصحاح سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ ابن منظور الافریقی (ت ۱۱۷ھ) سے ہوتا ہوا مرتضی الزبیدی (ت ۱۲۰۵ھ) کی ''تاج العروس'' پر بام عروج کو پہنچا (۱۱)۔

قرآنی معاجم کا آغاز:

جیسا کہ سابقہ صفحات میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ غرائب القرآن کی تشریح وتفہیم کا آغاز رسول اکرم ﷺ کے عہد میں ہی صحابہ کے استفہام سے شروع ہو گیا تھا۔جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ﴿وما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ (۱۲) میں کلمہ ''حرج'' کے معنی پوچھنے پر آپ کی وضاحت فرمانا کہ اس سے مراد ''ضیق'' یعنی تنگی ہے۔(۱۳) اور اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آیت کریمہ: ﴿لا ینال عهدی الظالمین﴾ (۱۴) میں ''عہدی'' کے بارے میں استفہام پر آپ ﷺ کا فرمانا کہ اس سے مراد ''نبوتی'' ہے۔(۱۵) صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو غرائب القرآن پر بڑی دسترس حاصل تھی۔اور نافع بن ازرق کے ایک ہی نشست میں سوالوں کے جوابات میں کلام عرب سے ہر کلمہ پر شعری شواہد پیش کرنا ان کی اس فن میں مہارت کا بین ثبوت ہے۔نافع بن ازرق کے سوالات اور ابن عباسؓ کے جوابات پر مبنی کتاب ابراہیم السامرائی کی تحقیق سے شائع ہوئی (۱۶)۔حضرت ابن عباسؓ کی طرف قرآن مجید کی پہلی معجم ''غریب القرآن'' کے نام سے منسوب کی جاتی ہے (۱۷)۔

دوسری صدی ہجری میں قرآنی مفردات کے معانی کی تشریح وتوضیح کے لیے باقاعدہ قرآنی معاجم کا آغاز ہوا جنہیں معانی القرآن، غرائب القرآن، مجاز القرآن اور اعراب القرآن کا نام دیا گیا اور ان کا مطلب غرائب القرآن ہی تھا (۱۸)۔ زرکلی کے بقول ایسی کتب کے مصنفین کو اہل المعانی کہا جاتا تھا (۱۹)۔

اس ضمن میں غرائب القرآن پر لکھی جانے والی اہم ترین کتب میں سے زید بن علی بن حسین (ت ۱۲۲ھ) کی غریب القرآن ہے جس کا ذکر فواد سیزگن نے تاریخ التراث العربی اور بروکلمان نے غریب القرآن کے مخطوطات کے ضمن میں کیا ہے (۲۰)۔ اور اس کے بعد ابوسعید اُبان بن تغلب (ت ۱۴۷ھ) کی معانی القرآن کا ذکر ملتا ہے اور پھر معرج بن عمر السدوسی (ت ۱۷۴ھ) کی غریب القرآن، الفراء (ت ۲۰۷ھ) کی معانی القرآن، ابوعبیدہ (ت ۲۰۹ھ) کی مجاز القرآن، عبید اللہ بن یحییٰ الیزیدی (ت ۲۲۷ھ) کی غریب القرآن، ابن قتیبہ الدینوری (ت ۲۶۶ھ) کی ''تاویل المشکل فی غریب القرآن'' منصۂ شہود پر آئیں۔ چوتھی صدی ہجری میں ابن الأنباری (ت ۳۲۸ھ) کی المشکل فی غریب القرآن، ابوبکر السجستانی (ت ۳۳۰ھ) کی غریب القرآن اور الہروی (ت ۴۰۱ھ) کی المفردات فی غریب القرآن لکھی گئیں۔ (۲۱) پانچویں صدی ہجری میں راغب الاصفہانی (ت ۵۰۲ھ) نے ''المفردات فی غریب القرآن'' کی صورت میں ایک جامع کتاب لکھی جو آنے والے زمانوں میں قرآن کے طلبہ وعلماء کے لیے غریب القرآن میں سب سے زیادہ نافع اور اپنے فن میں موثر ثابت ہوئی۔

اردو میں قرآنی معجم نویسی کی روایت:

اردو زبان میں لفظ معجم کے مترادف کے طور پر ''لغات'' (مذکر) یا پھر ''قاموس'' کا استعمال بھی ہوتا ہے۔ (۲۲) زیادہ تر لغات القرآن کے نام سے کتب لکھی گئیں۔ اردو میں ترجمہ قرآن کی طرح لغات القرآن لکھنے کا بھی بہت رجحان رہا ہے۔ اردو میں قرآنی معجم نویسی میں سب سے پہلی کاوش شہید الدین احمد کی مختصر سی کتاب تھی جو ''عمدۃ لغات القرآن'' کے نام سے ۱۳۱۹ھ میں حاجی محمد سعید کے مطبع مجیدی کانپوری سے شائع ہوئی۔ یہ مختصر لغات ایک سو چھیاسی (۱۸۶) صفحات پر مشتمل تھا (۲۳)۔

اردو میں معاجمِ قرآنی دو طرز پر لکھی گئی ہیں:

۱۔ پہلی قسم وہ ہے جو عربی معاجم کی طرز پر کلمات کے مادہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کی گئیں۔ اس قسم کی معاجم سے استفادہ کرنے کے لیے قاری کا عربی بنیادی قواعد خصوصی علم الصرف سے شناسا ہونا ضروری ہے اور بہت سے کلمات کے مادہ میں التباس ہوسکتا ہے۔ خصوصی افعال معتلہ میں مادہ کی شناخت مبتدی کے لیے مشکل ہوتی ہے۔ محمد حنیف ندوی (ت ۱۹۸۷ء) کی لسان القرآن اور غلام احمد پرویز (ت ۱۹۸۵ء) کی لغات القرآن اس قسم

میں اردو زبان کی نمایاں ترین معاجم قرآنی ہیں۔

۲۔ قرآنی معاجم کی دوسری قسم وہ ہے جو سورتوں اور سورتوں میں آیات کی ترتیب کے مطابق آیات میں وارد اسماء، افعال اور حروف کی توضیح وتشریح پر مشتمل ہے۔اس قسم کی معاجم سے قرآن مجید کے کلمات کی تفہیم کے لیے سور وآیات میں متعلقہ کلمات کا استحضار ضروری ہے یا پھر مفردات القرآن کے وجوہ ونظائر کے لیے کسی اشاریہ کی مدد لینی پڑے گی۔

اردو میں قرآنی معاجم میں سے لسان القرآن از محمد حنیف ندوی، لغات القرآن از غلام احمد پرویز اور لغات القرآن از عبدالرشید نعمانی کو نمایاں ترین مقام حاصل ہے۔مؤخر الذکر لغات القرآن ندوۃ المصنفین کی کاوش ہے اور یہ لکھنو اور دہلی سے شائع ہوئی۔پہلی چار جلدیں نعمانی نے جبکہ آخری دو جلدیں عبدالدائم جلالی نے مکمل کیں۔اس کا ملخص محمد میاں صدیقی نے ایک جلد میں کیا ہے جسے مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے شائع کیا(۲۴)۔چونکہ یہ کتاب ہندوستان سے شائع ہوئی لہٰذا ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہونے کی بنا پر ہم یہاں اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔

لسان القرآن: محمد حنیف ندوی

محمد حنیف ندوی عربی زبان وادب کے شناور، بلند پایہ متکلم اور علوم اسلامیہ (منقولات ومعقولات) پر گہری نظر رکھنے والے عالم دین تھے۔ان کا تفسیری ادب کے عربی مصادر میں عمیق مطالعہ تھا۔''سراج البیان'' کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی جس میں مولانا ابوالکلام آزاد کے تفسیری منہج کا تتبع کیا۔ادارہ ثقافت اسلامیہ سے وابستہ رہے اور عرصہ دراز دینی وعلمی مجلّہ ''الاعتصام'' کی ادارت کے فرائض سرانجام دیے(۲۵)۔

لسان القرآن کی پہلی دو جلدیں (جو حرف جیم تک ہیں) مکمل ہونے پائی تھیں کہ ان کا انتقال ہوگیا۔(۲۶) ندوی نے لسان القرآن پر ایک جامع اور مبسوط مقدمہ درج کیا ہے جس میں قرآن فہمی کے بنیادی اصولوں اور مفردات قرآن کی تفہیم وتشریح کے مختلف اسالیب کا ذکر کیا ہے۔قرآن فہمی کے لیے عصرِ نبوت کے استحضار کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

> ''عصر نبوت کے استحضار کے معنی یہ ہیں کہ ہم مکان وزمان کی پہنائیوں سے آگے نکلیں اور اس دور میں پہنچ جائیں، جب قرآن نازل ہوا تھا، اور اپنے فیضان وبرکات سے نہ صرف ذہنوں کو بدل کر زندگی کو نئی راہوں پر ڈال رہا تھا بلکہ ایک معیاری معاشرے کی تخلیق وتربیت میں مصروف تھا۔استحضار عصر نبوت کے معنی یہ بھی ہیں کہ پہلے ہم تاریخی طور سے یہ معلوم کریں کہ اس دور کے مسائل کیا تھے اور وہ کون سے تہذیبی وعقائدی اشکالات تھے، جنہیں حل کرنے کی غرض سے قرآن نازل ہوا۔اس عصر اور قرآن میں چولی دامن کا ساتھ ہے جس کو سمجھے اور جانے بنا قرآن فہمی کا دعویٰ یا تو انتہا درجے کی سادگی پر مبنی ہے اور یا پھر اس میں فسادِ نیت کا یہ پہلو مضمر ہے کہ قرآن کو ایک مرتبہ اس کے تہذیبی وثقافتی ماحول سے الگ کردو، پھر جو

معنے بھی اس میں سے نکالنا چاہو گے آسانی سے نکال لو گے۔‘‘(۲۷)

حنیف ندوی کلمات کی شرح میں احادیث و آثار صحابہ کی روایات کو بھی درج کرتے جاتے ہیں۔ چونکہ وہ خود علم کلام کے دلدادہ تھے لہٰذا بہت سے کلامی مباحث کو بھی بعض قرآنی مصطلحات کی تشریح میں زیر بحث لاتے ہیں۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ پرویز کی لغات القرآن جو خالصتاً عقلی منہج پر لکھی گئی ہے، ندوی کے پیش نظر تھی جس کے رد میں ندوی نے کلامی منہج کا استعمال کیا ہے۔ پرویز نے حضرت آدم (علیہ السلام) کے کسی مخصوص شخصیت پر اطلاق سے انکار کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ آدم کسی مخصوص فرد کا نام نہیں یہ بالعموم آدمی یا نوعِ بشر پر دلالت کرتا ہے(۲۸)۔

ندوی نے کلمہ آدم میں لغوی مباحث کے بعد جامع اور موثر انداز میں حضرت آدم اور ان کی نبوت پر عقلی استدلال سے بحث کی ہے اور نظریہ ارتقاء کی کمزوریوں کو عیاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں:

> نظریہ ارتقاء کے آخر میں یہی معنی تو ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کارخانہ ہست و بود کو بتدریج لاتعداد منزلوں اور مرحلوں سے گزار کر موجودہ سطح تک پہنچایا ہے، حالانکہ اس کے دائرہ قدرت میں یہ بات بھی قطعی شامل ہے کہ وہ چاہے تو محض کلمہ ’’کن‘‘ سے ایک جہان آباد کو منصۂ شہود پر لے آئے۔ ٹھیک اسی طرح یہ کیوں ممکن نہیں کہ تخلیق و آفرینش کے سلسلے میں تدریج و تسلسل اور ارتقاء کی کڑیوں کو ختم کیے بغیر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے، جیسا کہ موجودہ طبیعیات میں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ارتقاء کے اس پچیدہ و غامض سفر میں ایسے مرحلے بھی آتے ہیں، جب میکانکی تعلیل و سبب سے کام نہیں چلتا اور ارتقا کی گاڑی آگے نہیں بڑھ پاتی اس وقت کچھ فجائی اور ایک لمحی عوامل کا ظہور ہوتا ہے جو تخلیق و تسلسل کے عمل کو تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ یہ درمیانی نازک مرحلے اس وقت زیادہ وضوح و تعین حاصل کر لیتے ہیں جب کوئی ٹھوس مادہ نباتات و حیاتیات کی سرحد پر قدم رکھتا ہے یا حیوانی زندگی انسانی شعور و ادراک کے فراز تک رسائی حاصل کرتی ہے۔‘‘(۲۹)۔

لغات القرآن: غلام احمد پرویز

غلام احمد پرویز کی چار جلدوں پر مشتمل کتاب ’’لغات القرآن‘‘ قرآنی معجم کا اردو زبان میں سب سے جامع مرقع ہے جسے سرسید احمد خاں (ت ۱۸۹۸ء) اور مولوی احمد دین امرتسری (ت ۱۹۳۶ء) کے تفسیری منہج کو مدنظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ پرویز نے لغات القرآن میں جمہور کی روایت سے ہٹ کر عقلی منہج اپنایا ہے اور اکثر مقام پر منقولات کا رد کیا ہے بعض جگہ امت میں چودہ صدیوں میں قرآنی مصطلحات پر مروجہ مفاہیم کی تردید کرتے ہوئے لغوی تکنیک سے کام لیا ہے۔ پرویز نے قرآنی اصطلاحات کی تشریح میں احادیث و آثار اور روایات کو کلی رد کرتے ہوئے محض لغوی معاجم کا سہارا لیا ہے۔ آدم، ملائکہ، وحی، جبریل، جن، یوم آخرت، قبور اور ابلیس (۳۰) جیسی بیسیوں مصطلحات میں پرویز کا موقف امت

میں متداول فکر سے برعکس ہے۔

چند مثالیں اختصار سے پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ کلمہ ’’بعثر‘‘ کی شرح میں آیت ﴿واذا القبور بعثرت﴾ (۳۱) ’’اور جب قبریں کھول دی جائیں گی‘‘ کی تشریح میں پرویز لکھتا ہے: جب زمین میں سے علمی وسائنسی ترقی کے بعد پوشید خزانے گیس، تیل اور دیگر معدنیات نکالی جائیں گی (۳۲)۔

۲۔ مادہ (ب ل س) میں پرویز لکھتا ہے: ابلیس انسان کے اندر جنم لینے والے متمردانہ جذبات اور باغی عقل کا نام ہے (۳۳)۔

۳۔ مادہ (نمل) میں لکھتا ہے: نمل حشرات الارض میں سے ہے لیکن قرآن مجید میں ﴿یا ایها النمل أدخلوا مساکنکم﴾ (۳۴) میں نمل سے مراد قبیلہ نمل ہے یا پھر نمل کسی عورت کا نام تھا (۳۵)۔

لغات القرآن: عبدالکریم پاریکھ

کتاب کی ابتداء میں مصنف کی طرف سے عربی کے مبتدی طلبہ کے لیے صرف ونحو کے ابتدائی قواعد میں نو اسباق دیے گئے ہیں اس کے بعد سورہ اوران میں آیات کی ترتیب کے مطابق اسماء اور افعال کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ یہ کتاب قرآن مجید کا اردو ترجمہ پڑھنے والے قرآن کے طلباء کے لیے مفید کاوش ہے۔

معجم القرآن: سید فضل الرحمٰن

قرآن مجید کی یہ مختصر فرہنگ اس انداز سے مدون کی گئی ہے کہ ہر لفظ جس شکل میں قرآن مجید میں وارد ہوا ہے اس کو اپنی اصلی صورت میں بہ ترتیب حروف تہجی مرتب کر کے اس کے معنی اور تشریح نقل کر دی گئی ہے۔

انوار القرآن: مولوی عبدالرحمٰن

ہر سورہ اوران میں آیات کی ترتیب کے مطابق قرآن کے اسماء وافعال کی انتہائی مختصر شرح کی گئی ہے اور بعض جگہ ترجمہ پر ہی مصنف نے اکتفا کیا ہے۔

مرآۃ القرآن فی لغۃ الفرقان: حافظ عبدالحی

حروف تہجی کے اعتبار سے افعال دیے گئے ہیں اور آیات قرآنی جہاں افعال استعمال ہوئے ہیں دی گئی ہیں اس طرح اس کتاب کو آیات کا اشاریہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

منتخب لغات القرآن: مفتی محمد نعیم بارہ بنکوی

اس میں قرآنی کلمات کی توضیح وتشریح سورتوں اور آیتوں کے اعتبار سے دی گئی ہے۔ الفاظ کی لغوی وصرفی تشریح کرتے ہوئے افعال کے ابواب اور صیغوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہے اور بعض اسماء اور افعال کے مادوں کو بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

انوار البیان فی حل لغات القرآن: علی محمد

سورہ اور آیات کی ترتیب کے مطابق کلمات کے اردو معانی کے ساتھ بعض جگہ صرفی ونحوی تشریح بھی پیش کی گئی ہے۔

ان لغوی معاجم کے علاوہ بہت سے قرآنی اشاریے لکھے گئے ہیں جن میں سے بعض کو معجم کا نام دیا گیا ہے۔ کچھ ایسے اشاریے ہیں جو الفاظ وحروف کے اعتبار سے مرتب کئے گئے ہیں۔

ان کتب کو ہم تین قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

ا۔ مختص اشاریے:

ان مختص اشاریوں میں عبدالماجد دریا آبادی کے دو اشاریے قابل ذکر ہیں۔ پہلا ''اعلام القرآن'' کے نام سے ہے جس میں ان افراد کے نام ہیں جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا۔ دوسرا اشاریہ ''الحیوانات فی القرآن'' کے نام سے ہے جس میں ہر قسم کے حیوانات خواہ وہ بری وبحری ہوں یا فضائی جن کا ذکر قرآن میں ہے ان سب کا اس میں احاطہ کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں حیوانات کا ذکر خاصی تعداد میں ہوا ہے اس معجم میں دریا آبادی نے حیوانات کے اسماء کے ساتھ ان کی صفات، خصائص، افعال اور اجزاء کا جہاں جہاں ذکر ہوا ہے وہ حروف تہجی کے اعتبار سے دیا ہے اور تمام آیات کا حوالہ بھی ہے۔

معجم القرآن۔ غلام جیلانی برق:

برق لکھتے ہیں: ''مجھے اپنی خوش بختی پر ناز ہے کہ میں قرآن حکیم کے رجال واماکن پر پہلی کتاب پیش کر رہا ہوں۔ چونکہ قرآن وبائبل کے متعدد نام مشترک ہیں اور علمائے مغرب نے بائبل کے اشخاص واماکن پر سات آٹھ محققانہ معاجم لکھے ہیں اس لیے میں نے ان معاجم نیز بائبل سے بھی فائدہ اٹھایا ہے''۔ (۳۶)

یہ کتاب ۲۰۱ عنوانات پر مشتمل ہے جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے اور یونس علیہ السلام پر خاتمہ ہے آخر میں کتابیات دی گئی ہیں۔ حوالوں کے لیے اختصارات مثلاً د ماپ سے مراد دائرہ معارف اسلامیہ، شاس سے مراد شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، باڈ سے مراد بائبل ڈکشنری ہے۔ ہر عنوان کے بعد حوالہ جات ہیں مگر صفحات چند ماخذات کے دیے ہیں۔

مصنف نے اماکن وشخصیات میں بعض علماء اور مفسرین کی آراء کا تحقیقی انداز سے رد کیا ہے مثلاً (مجمع البحرین) میں لکھتے ہیں:''(لاابرح حتی ابلغ مجمع البحرین)(کھف:٦٠) میں صاحب جلالین لکھتے ہیں مجمع البحرین سے مراد بحر روم اور بحر ایران کا مقام اتصال ہے۔ جغرافیہ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ بحر روم افریقہ و یورپ کے درمیان واقع ہے اور بحر ایران، ایران و عرب کے درمیان۔ ان دونوں کے درمیان آٹھ سو میل کی خشکی حائل ہے اور یہ آخر تک کبھی جمع نہیں ہوئے اور نہ آئندہ کوئی امکان ہے(۳۷)۔

اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کے لیے دریائے فرات میں مچھلی سے نگلے جانے والی روایت پر حفظ الرحمٰن سیوہاروی کا تنقیدی جائزہ (۳۸) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ چٹان جہاں خادم موسیٰ علیہ السلام سے مچھلی سرکی، کے بارے یاقوت حموی کی معجم البلدان کی روایت کا تنقیدی جائزہ لیا ہے(۳۹)۔

''عائلی قانون کی قرآنی آیات'' کے نام سے مرتبہ کتاب میں حافظ احسان الحق نے نکاح، مہر، طلاق، عدت، نان نفقہ، لعان، وصیّت اور وراثت جیسے اہم احکام کے متعلق آیات اس مختصر اشاریے میں جمع کردی ہیں۔

پروفیسر خورشید عالم کی کتاب ''لغات القرآن اور عورت کی شخصیت،، میں ایک سو اٹھائیس ۱۲۸ ابواب میں خواتین سے متعلقہ قرآن کریم کے ایسے الفاظ و مصطلحات کو باعتبار حروف تہجی جمع کر دیا گیا ہے جس کا کسی بھی پہلو سے عورتوں کے مسائل کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ اس میں، الانس، البشر، طائفۃ، عبد، الناس، النفس اور الیتیم جیسے کلمات آگئے ہیں جو عورتوں کے لیے مختص نہیں مگر عورتیں ان میں شامل ہیں۔

''شان حبیب الرحمٰن فی آیات القرآن'' مفتی احمد یار خان نعیمی کی تالیف ہے۔ جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ اشاریہ ان آیات پر مشتمل جس میں آپ ﷺ کا ذکر ہے۔ ''ترتیب نزول قرآن کریم'' محمد اجمل خان اور ''احسن البیان فی خواص القرآن'' مولانا محمد احسن نے لکھی ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس اشاریے میں مختلف آیات کے خواص لطیفہ کا ذکر مختلف حوالوں سے کیا گیا ہے۔

۲۔ عنوانات پر مشتمل اشاریے:

ان اشاریوں کے مؤلفین نے مختلف عنوانات قائم کئے اور ان سے متعلق واضح قرآنی آیات ان اشاریوں میں جمع کر دیں۔ ان میں غلام احمد پرویز کی تبویب القرآن، محمد عبدالحمید صدیقی کی ''توشہ آخرت''، ابوظفر زین کی ''فوری اشاریہ مضامین قرآن'' اور افسر حسین کی ''کلید القرآن'' شامل ہیں۔ روح القرآن کے نام سے سید قاسم محمود کا مضامین قرآن کا موضوع وار اشاریہ ہے جس میں مولانا محمد جالندھری کے ترجمہ قرآن ''فتح الحمید'' اور مولانا مودودی کے ترجمہ کو اساس بنایا گیا ہے۔ ''کلید القرآن، محمد مظہر الدین کا قرآن مجید کا مکمل اشاریہ ہے جو ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ شروع

میں صرف ونحو کے ضروری قواعد اختصار سے دیے گئے ہیں تا کہ قاری کے لیے استفادہ میں آسانی ہو۔

وہ اشاریے جو مختلف قرآنی معلومات پر مشتمل ہیں ان میں چودھری محمد شریف کی ''اعداد القرآن' اور عثمان غنی طاہر کی معلومات قرآن کے نام شامل ہیں۔

تفاسیر سے منسلک اشاریے:

تفاسیر کے ساتھ منسلک اشاریوں میں مفتی محمد شفیع کی تفسیر ''معارف القرآن'' مولانا مودودی کی ''تفہیم القرآن'' اور مفتی احمد یار خان نعیمی کی ''تفسیر نعیمی'' شامل ہیں۔

اردو میں لکھی گئی تمام قرآنی معاجم کا بنیادی ماخذ راغب کی مفردات القرآن ہے۔ بعض معاجم صرف لغت کی طرز پر حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہیں ورنہ یہ لغوی مباحث کے ساتھ ساتھ تفسیر، ادب اور قرآن سے متعلقہ قدیم وجدید معلومات کا مرقع ہیں جیسے ندوی کی لسان القرآن اور پرویز کی لغات القرآن۔ اور کچھ اتنی مختصر ہیں کہ لغوی مباحث میں بھی تشنگی کا احساس ہوتا ہے بلکہ بعض میں تو صرف افعال کے ترجمہ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سورۃ القمر:۱۷

۲۔ سورۃ الأنبیاء:۳۰

۳۔ السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن، المکتبۃ العصریۃ، ۱۴۰۷ھ، ۱/۱۲۲

۴۔ سورۃ عبس:۳۱

۵۔ زرکشی: البرہان فی علوم القرآن، تحقیق: ابوالفضل ابراہیم، دارالتراث العربی، مصر، ۱/ ۲۹۵

۶۔ ایضا، ۱/۱۹۴

۷۔ ابن منظور: لسان العرب، دارلسان العرب، بیروت، مادہ (ع۔ج۔م)

۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۳۴۲/۲۱

۹۔ بروکلمان، ۱/ ۵۱۹۔۵۲۰

۱۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص۳۴۳

۱۱۔ تفصیل دیکھیں: الخطیب، عدنان، الدکتور: المعجم العربی بین الماضی والحاضر، مکتبۃ لبنان ناشرون، بیروت، ط:۲، ۱۹۹۴ء، ص: ۴۳۔۴۷

۱۲۔ سورۃ الحج:۷۸

۱۳۔ الحاکم: المستدرک علی الصحیحین، دارالفکر، بیروت، ۱۹۷۸ء، ۳۹۱/۲

۱۴۔ سورۃ البقرۃ:۱۲۴

۱۵۔ طبری: جامع البیان، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط:۳، ۱۹۹۹ء، ۱/ ۵۷۸

۱۶۔ یہ کتاب ''مسائل نافع بن الأزرق فی غریب القرآن'' کے نام سے ڈاکٹر ابراہیم سامرائی کی تحقیق سے ۱۹۶۹ء میں بغداد سے شائع ہوئی۔

۱۷۔ بروکلمان، کارل: تاریخ الادب العربی، تحقیق: عبدالحلیم النجار و رمضان عبدالتواب، دارالمعارف، ۱۹۷۷م، ۱/ ۳۳۱

۱۸۔ ابوعبیدہ: مقدمہ مجاز القرآن

۱۹۔ زرکشی: البرہان فی علوم القرآن، ۱/ ۳۹۱

۲۰۔ تونجی: محمد، الدکتور: المعجم المفصل فی تفسیر غریب القرآن، ص ۷

۲۱۔ الخطیب، عدنان، الدکتور: المعجم العربی بین الماضی والحاضر، ص ۴۲۔۴۳

۲۲۔ نیّر، نورالحسن، مولوی: نوراللغات، جنرل پبلشنگ، کراچی، ۱۹۵۹ء، کلمۃ (لغت)

۲۳۔ زمان، ایس ایم: تبصرہ کتب، فکرونظر، ادارہ تحقیقات اسلامی، ج:۲۲، عدد:۲، دسمبر ۱۹۹۵ء، ص:۱۲۹

۲۴۔ ایضاً، ص ۱۳۱

۲۵۔ بھٹی، محمد اسحاق: لسان القرآن، علم وعرفان پبلشرز، لاہور، ۲/۳

۲۶۔ ایضاً،۳/۳

۲۷۔ ندوی،محمد حنیف:لسان القرآن،ا/۲۰۔۲۱

۲۸۔ پرویز:لغات القرآن،طلوع اسلام ٹرسٹ،لاہور،ط۴،۱۹۹۸ء،ا/۲۱۴

۲۹۔ ندوی،محمد حنیف:لسان القرآن ا/۶۸۔۷۰

۳۰۔ دیکھیں۔پرویز:لغات القرآن،ا/۲۱۴،ا/۲۴۳،ا/۴۱۵،ا/۴۴۳،ا/۴۴۶،۲/۸۴۸

۳۱۔ سورۃ الانفطار:۴

۳۲۔ پرویز:لغات القرآن،ا/۳۳۱

۳۳۔ ایضاً،ا/۴۴۳

۳۴۔ سورۃ النمل:۱۸

۳۵۔ پرویز:لغات القرآن،۴/۱۶۶۵

۳۶۔ برق،غلام جیلانی:معجم القرآن،الفیصل ناشران،لاہور،ص:۱۸

۳۷۔ ایضاً،ص:۲۱۵

۳۸۔ ایضاً،ص:۱۷۸

۳۹۔ ایضاً،ص:۲۱۶،۲۱۷